محترم حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب

السلام علیکم

کے بعد عرض یہ ہے کہ مجھے باندیوں کے متعلق ایک مسئلہ درپیش ہے

وہ مندرجہ ذیل ہے

دا ہم مدارس میں فقہ کی کتب میں غلام اور باندیوں کے متعلق پڑھتے چلے آئے قرآن و سنت میں بھی ان کا تذکرہ آیا ہے اور قرآن و سنت میں اور فقہ کی کتب میں باندیوں کو بیویوں کی شکل میں رکھنے کی اجازت بھی آئی ہے جیسا قرآن میں ہے إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ باندیوں کے ساتھ ایسا ملاپ اور محبت جائز ہے جیسا ملاپ بیوی کے ساتھ ہوتا ہے خود امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باندیوں کا تذکرہ سنا ہے جن میں سے مشہور و معروف حضرت ماریہ قبطیہ نظر آتی ہیں ان کے بطن سے آپ کے بیٹے حضرت ابراہیم پیدا ہوئے۔ اور اصحاب رسول کی باندیوں کا تذکرہ بھی ملتا ہے اور باقی تقریباً ۱۱ یا ۱۲ صدیوں تک نیک لوگوں کی باندیوں کا تذکرہ ملتا ہے اسی طرح غلاموں کا تذکرہ موجود ہے اور غلام اور باندی کی خرید و فروخت بھی ہوتی تھی جو جزیہ لاتا تو باندی اور غلام جو کہا اس کے بن جاتے تھے قرآن و سنت میں فقہ کی کتب میں کئی کفاروں کا تذکرہ ہوا ہے جیسا کہ قرآن میں ہے اَو تَحرِيرُ رَقَبَةٍ جس میں غلام کو آزاد کرنے کا حکم ہوا۔ اس تمام صورت حال کو سامنے رکھ کر وضاحت فرمائیں کہ

(۱) باندیوں اور غلاموں کب اور کس طرح شروع ہوا اور کس طرح ختم ہوا۔ جبکہ اب غلام اور باندی کا سلسلہ نظر نہیں آتا۔

(۲) کیا موجودہ زمانے میں باندی اور غلام کا سلسلہ چل سکتا ہے اور کسی کو باندی بنا کر رکھ سکتا ہے کیا جہاد میں ایسا طریقہ ہو سکتا ہے کہ باندی اور غلام مال غنیمت میں مل جاویں۔ اور کیا اب باندی کے ساتھ ایسی محبت اور ملاپ رکھ سکتا ہے جیسا بیوی کے ساتھ رکھی جاتی ہے یعنی اس صحبت اور ہمبستری جائز ہے کیونکہ ایسے مسائل لوگ پوچھتے ہیں اس لیے آپ مسائل کو قرآن و سنت اور فقہائے امت کی روشنی واضح فرما کر ماجور ہوں۔

والسلام المستفتی

حافظ عبدالناصر

جامع مسجد صدیق اکبر محلہ ...

ضلع ... فیصل ...

حافظ عبدالناصر

الجواب حامداً ومصلیاً

اسلام سے قبل غلام و باندیاں بنانے کا رواج عام تھا۔
(۱) پچھلی امتوں میں بھی اسکا ذکر پایا جاتا ہے۔ حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی (رحمہ اللہ تعالی) "سیرۃ المصطفی" میں لکھتے ہیں:۔

"الحاصل:۔ چونکہ غلامی خداوند ذوالجلال سے بغاوت یعنی کفر کی سزا ہے، اسلئے اس مسئلہ کا ذکر توراۃ اور انجیل میں بھی پایا جاتا ہے بلکہ کوئی ملت اور مذہب ایسا نہیں ہے کہ جس میں غلامی کا مسئلہ نہ ہو جس سے معلوم ہوتا ہے کہ استرقاق اور غلامی کا مسئلہ تمام ادیان اور ملل کا اجماعی اور اتفاقی مسئلہ ہے۔ اگر استرقاق قبیح لذاتہ ہوتا تو کسی شریعت میں جائز نہ ہوتا۔ توریت وانجیل سے ثابت ہے کہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) سے لے کر حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) تک تمام انبیاء ومرسلین اس کو جائز رکھتے آئے...

...... اسلام سے پیشتر کوئی قوم ایسی نہ تھی کہ جس میں غلامی کا رواج نہ ہو۔ اسلام آیا، اس نے فقط غلامی کو جائز رکھا لیکن ان تمام حیا سوز اور خلاف انسانیت امور کو جو غلاموں کیساتھ برتے جاتے تھے یکلخت بند کر دیا۔ اُن کے اور اُن کے آقاؤں کے حقوق متعین کیے، طرح طرح سے ان کے آزاد کرنے کی راہیں بتلائیں جو کہ کتب حدیث اور فقہ میں بہ تفصیل مذکور ہیں"

(سیرۃ المصطفی ج ۲ ص ۳۲)

غلامی کا یہ سلسلہ کئی صدیوں تک چلتا رہا (اسلامی ادوار میں بھی) لیکن پھر ان کے حقوق کی ادائیگی میں تساہل برتا جانے لگا اور بہت سی بے اعتدالیاں رونما ہوئیں چنانچہ کئی ممالک نے اس کے خلاف آواز اٹھائی اور غلامی کے سلسلہ کی پرزور تردید کی۔ اس طرح آہستہ آہستہ یہ سلسلہ ختم ہونے لگا اور عملی طور پر اس کا مکمل اختتام اسوقت ہوا

(جاری ہے......)

جب "اقوام متحدہ" نے اپنے "عالمگیر اعلان حقوق انسانی" میں واضح الفاظ میں غلامی کی مذمت کی۔ یہ اعلان اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے ۱۰ دسمبر ۱۹۴۸ء کو منظور کیا تھا (اگرچہ ہر ملک نے اسکی تصدیق نہیں کی)۔ اس اعلان کی دفعہ چار میں ہے:

"کسی شخص کو نہ غلام بنایا جائیگا نہ کسی
سے جبری خدمت لی جائیگی۔ غلامی اور
بُردہ فروشی کی تمام صورتوں کو ممنوع
قرار دیا جاتا ہے"

(دائرۃ معارف اسلامیہ اُردو ج ۲/۱۴ ص ۵۷۵)

مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمائیں "الرق فی الاسلام یعنی اسلام میں غلامی کی حقیقت" (تالیف مولانا سعید احمد ایم۔اے فاضل دیوبند)

(۲) موجودہ زمانے میں کفار کے ساتھ جہادِ شرعی میں جو قیدی پکڑے جائیں، اگرچہ فی نفسہ اُن کو غلام، باندیاں بنانا جائز ہے اور اسطرح سے حاصل ہونے والی باندیوں سے ہمبستری بھی جائز ہے لیکن جنگی قیدیوں کو غلام بنانے کا حکم صرف جواز کی حد تک ہے، فرض و واجب نہیں اور حکم جواز بھی اسوقت تک ہے جب تک اس کے خلاف دشمن سے کوئی معاہدہ نہ ہو اور اگر جنگی قیدیوں کو غلام نہ بنانے کا معاہدہ طے پا گیا تو پھر اس کی پابندی ضروری ہے اور چونکہ آجکل اکثر اقوام عالم کے مابین معاہدہ قرار پایا ہے کہ جنگی قیدیوں کو غلام نہیں بنایا جائے گا اور اکثر ممالک اسلامیہ اس معاہدہ میں شریک ہیں بالخصوص وہ ممالک جو "اقوام متحدہ" کے رُکن ہیں، اسلئے اس معاہدہ کی رُو سے ان کیلئے غلام بنانا جائز نہیں۔ ہاں اگر کوئی ملک اس معاہدہ سے نکل جائے یا شروع سے ہی اس معاہدہ میں شریک نہ ہو تو اُس کیلئے آجکل بھی ایسا کرنا جائز ہے۔ چنانچہ اس مسئلہ میں شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم العالیۃ نے "تکملۃ فتح الملہم" میں سیر حاصل بحث فرمائی ہے، جس میں سے چند اقتباسات ہم پیش کرتے ہیں:۔

فی "تکملۃ فتح الملہم" ج ۱ ص ۲۷۲

وینبغی ان ینبہ ھھنا الی شیئ مھم، وھو
ان اکثر اقوام العالم قد احدثت الیوم
معاھدۃ فیما بینھا، وقررت ان لا تسترق
اسیرا من اساری الحروب، واکثر البلاد

(جاری ہے...)

الاسلامية اليوم من شركاء هذه المعاهدة ولاسيما
اعضاء "الامم المتحدة" فلا يجوز لمملكة اسلامية
اليوم ان تسترق اسيرا مادامت هذه المعاهدة
باقية

وفيه ايضاً ج ١ ص ٢٦٥، ٢٦٤
اعلم ان الاسلام قد جاء، والاسترقاق شائع
في مشارق الارض ومغاربها، والارقاء يعاملون
بقسوة ودناءة يندى لها جبين الانسانية، فكان
من حكمة الاسلام انه لم يحرم الاسترقاق رأسا
ولا الغاه اصلا، وانما شرع له احكاما وحد له
حدودا بما يجعله مساهما في صلاح البشر ورقي
المجتمع الانساني فالاسلام اباح الاسترقاق
بشرط ان يكون في جهاد شرعي ضد الكفار. فبينما
كان الرومانيون يستعبدون الاشخاص على ارتكاب
بعض الذنوب، وبينما كانوا يسترقون اولاد الاماء
علاوة على اسارى الحروب، نادى الاسلام بانه
لا يجوز استرقاق احد الا في جهاد شرعي. ثم ان
الاسترقاق ليس السبيل الوحيد لمن اسر في جهاد
شرعي وانما الامام له في امرهم خيارات اربعة:
اما ان يقتلهم واما ان يسترقهم واما ان يطلقهم
باخذ الفدية واما ان يمن عليهم فيطلقهم بغير
اخذ شيء. فليس الاسترقاق في الاسلام شيئا
واجبا، وانما هو اباحة في جملة اباحات اربعة.
وذلك لان امر الحرب ذو شجون، وربما تأتي
فيها احوال لا يناسب لها الا الاسترقاق، لاننا
لو قتلنا الاسارى باجمعهم كان فيه اضاعة لقوة
بشرية، ولو اطلقنا باجمعهم، كان فيه تشجيع للكفر
واعانة للكفار في المحاربة ضد المسلمين، ولو
حبسناهم مدة حياتهم كان فيه اضاعة مواهبهم
وبذل المال عليهم من غير فائدة ترجع الى
المجتمع، واما الاسترقاق بشرائطه وحدوده-

(جاري)

فضلا عن هذا او ذاك ، عملية البقاء للنوع الانسانی، وتربية
له تربية اسلامية ، وتقوية له باستخدام مواهب الارقاء
لصلاح المجتمع ولذلك ترك الاسلام اربعة ابواب
مفتوحة للامام يختار منها ما يلائم الظروف ويناسب
الاحوال

وفي البحر الرائق ج ۵ ص ۸۲ :-

"وان شاء استرقهم لان فيه دفع شرهم مع وفور
المنفعة لاهل الاسلام"

وفي رد المحتار ج ٤ ص ١٣٩ :-

"(قوله او استرقهم) واسلامهم لا يمنع استرقاقهم
مالم يكن قبل الاخذ كذا في الملتقى وشرحه"

وفي الهداية ج ۲ ص ۵٦٦ :-

"(وان شاء استرقهم) لان فيه دفع شرهم مع وفور
المنفعة لاهل الاسلام" والله تعالى اعلم بالصواب

زاهد نعيم بن محمد صادق نعيم
دار الافتاء دار العلوم كراچی
۱ / ۳ / ۲۳ھ

الجواب صحيح
محمد عبد المنان عفي عنه
۲-۳-۱۴۲۳ھ

الجواب صحيح
محمد عبد الله [illegible]
دار الافتاء دار العلوم كراچی
۲-۳-۱۴۲۳ھ

الجواب صحيح
[illegible] عبد الرؤف [illegible]
دار الافتاء دار العلوم كراچی
۲-۳-۱۴۲۳ھ